
رسالہ غنچہ
بجنور
یو۔پی
قیمت
سالانہ ممالک غیر سے
چار روپے آٹھ آنے
قیمت
سالانہ تین روپے
فی پرچہ
پروپرائٹر محمد مجید حسن بجنور۔یو۔پی (انڈیا)

رسالہ ہفتہ وار غنچہ بجنور

فی پرچہ ۔ ایک آنہ



ایڈیٹر ۔ شبیر بیگ (بریلوی)

نمبر ۳۹ | بجنور، یوم شنبہ ۔ ۱۶ر اکتوبر سنہ ۱۹۴۳ء ۔ مطابق ۱۵ر شوال سنہ ۱۳۶۲ھ | جلد ۲۲

پانی کے اندر کا کمرہ

حکیم علی گیلانی شہنشاہ اکبر کے دربار کا ایک بہت بڑا عالم فاضل شخص تھا۔ اس نے پانی کے اندر ایک عجیب غریب کمرہ بنایا تھا۔ اس کمرے کا قصہ یہ ہے کہ اس حکیم نے اپنے مکان میں ایک حوض بنایا تھا اور اس حوض کے اندر یعنی پانی میں ایک کمرہ تھا۔ کمرہ اتنا بڑا تھا کہ اس میں بارہ آدمی آرام سے بیٹھ سکتے تھے۔ کمرے میں فرش فروش بھی تھا۔ کھانے کا سامان بھی تھا۔ مطالعہ کے لئے کتابیں بھی تھیں۔ پہننے کے لئے کپڑے بھی تھے۔ غرضیکہ ضرورت اور آسائش کی تمام چیزیں موجود تھیں

حکیم گیلانی نے اس کمرے کے بنانے میں ایسی حکمت سے کام لیا تھا کہ حوض کا پانی کمرے میں داخل نہیں ہوسکتا تھا۔ جو شخص کمرے میں جانا چاہتا تھا ایک لنگی باندھ کر حوض میں اُتر جاتا تھا۔ کمرے میں پہنچکر گیلی لنگی اوتار دیتا اور وہاں جو خشک کپڑے رکھے ہوتے پہن لیتا۔

اس عجیب غریب کمرے کو شہنشاہ اکبر نے بھی دیکھا تھا اور شہنشاہ جہانگیر نے بھی ایک مشہور تاریخ میں جس کا نام "مآثر الامرا" ہے اُس میں اکبر کے اس کمرے کو دیکھنے کی کیفیت یوں بیان کی گئی ہے۔

حوض کے ایک کنارے سے پانی میں اُتر گئے اور دو تین زینے نیچے چل کر کمرے میں پہنچے جو نہایت تکلف سے آراستہ اور حد درجہ روشن تھا۔ اس میں دس آدمیوں کی جگہ تھی سونے کے لئے بستر اور پہننے کے لئے کپڑے موجود تھے۔ ناشتہ اور کھانا بھی موجود تھا۔ کتابوں کی چند جلدیں بھی طاق پر رکھی تھیں" شہنشاہ جہانگیر نے اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی تاریخ میں جسکا نام "تزک جہانگیری" ہے اس حوض کی کیفیت اس طرح لکھی ہے

"یہ حوض چھ گز کا ہے اور حوض کے ایک طرف مکان بنا ہوا ہے جو نہایت روشن ہے۔ اس مکان کا راستہ پانی میں کو ہے۔ لیکن اس راستہ سے پانی مکان میں داخل نہیں ہوسکتا۔ دس بارہ

تین نرالے سادھو

(از محمد عبد الرؤف۔ جماعت یازدہم، بجواڑہ)

اُجین میں مایا رام نامی ایک سوداگر رہتا تھا۔ وہ بہت مالدار تھا۔ اُس کے ہاں صندوق کے صندوق ہیرے، جواہرات، سونے اور چاندی کے بھرے ہوئے رہتے تھے۔ لیکن وہ بڑا کنجوس تھا۔ اگر کوئی بھولا بھٹکا مسافر بھیک مانگنے آئے تو اس بیچارے پر کتے چھڑوا دیتا

ایک دن مایا رام دروازے کے نزدیک بیٹھا تھا۔ اس کا کوئی لڑکا نہ تھا۔ صرف ایک لڑکی تھی۔ وہ اُس کو بہت چاہتا تھا۔ وہ اس سے میٹھی میٹھی باتیں کر رہی تھی کہ اتنے میں تین سادھو آنکلے۔ اور اُنھوں نے آواز دی۔

مایا رام نے اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ ان پر کتے چھوڑ دیں لڑکی بہت رحم دل تھی اس نے باپ سے کہا یہ بیچارے غریب پردیسی ہیں۔ ان پر رحم کیجئے اور اپنے گھر میں رات بسر کرنے کی اجازت دیجئے، صبح ہوتے چلے جائیں گے۔

باپ نے پہلے تو لڑکی کی بات نہ مانی۔ مگر جب اُس نے بار بار کہا تو منظور کر لیا۔ لڑکی سادھوؤں کو گھر میں لے گئی ان کے لئے چارپائیاں بچھوائیں اور پیٹ بھر کر کھانا کھلایا کھانا کھا کر سب بستروں پر سو گئے۔

صبح منہ اندھیرے لڑکی نے سادھوؤں کو باتیں کرتے ہوئے سنا۔ ایک سادھو نے دوسرے سے کہا کہو بھائی کوئی تازی خبر تو سناؤ! دوسرا بولا ایک غریب آدمی کوڑی پرشاد کے ایک لڑکا آج پیدا ہوگا۔ میرا ارادہ ہے کہ میں اُسکا نام خوشحال چندر رکھوں۔ مایا رام کا سب مال و اسباب دولت، جائداد، خوشحال چند کو دیدیں گے۔ سب بولے جیسی آپ کی مرضی وہی ہماری رائے۔ یہ کہہ سادھو وہاں سے چلے گئے۔ لڑکی جو سب باتیں سُن رہی تھی سارا حال اپنے باپ کو سنایا۔

مایا رام کے دل میں کھٹکا پیدا ہوا۔ کہ ایسا نہ ہو جو کچھ سادھوؤں نے کہا ہے ٹھیک ہو جائے۔ بہت تلاش کرنے کے بعد کوڑی پرشاد کے گھر پہنچا۔ ایک ہزار اشرفیوں کا توڑا دیکر لڑکا مانگا۔ میں اسے پال پوس کر کھاؤں گا پڑھاؤں گا۔ کوڑی پرشاد یہ بات سُنکر بہت خوش ہوا اور لڑکا اُس کے حوالے کر دیا۔

مایا رام لڑکے کو لے کر ایک پہاڑی پر چڑھ گیا۔ وہاں رکھ کر آگیا۔ اب اس کو یقین ہو گیا کہ تھوڑی دیر میں اُسے چیل کوّے کھالیں گی جس کے بعد مجھے پھر اُن سادھوؤں کا ڈر نہ ہوگا۔ یہ سوچ کر گھر چلا گیا۔ کچھ دیر کے بعد ایک آدمی اُدھر گذرا۔ پانی کو دیکھنے کی غرض سے اُوپر چڑھ گیا۔ جب وہ چوٹی پر پہنچا تو ایک لڑکا پایا۔ اُٹھا لیا۔ اور دل ہی دل میں بڑا خوش ہوا۔ بڑی احتیاط سے اپنے گھر لے گیا۔

اُس آدمی پر مایا رام کے دس ہزار روپے قرض تھے اور یہ روپیہ دینے اُس کے گھر جا رہا تھا۔ جب وہاں پہنچا تو باتوں باتوں میں اس سے سارا حال بیان کیا۔ مایا رام کے ہوش و حواس جاتے رہے۔ بچے کو منگا کر دیکھا۔ وہی

لڑکا تھا جو پہاڑی کی چوٹی پر ڈال آیا تھا۔ اس سے کہا کہ مجھے وہ لڑکا دیدو۔ میں اس کے بدلے جو روپیہ تم سے لینا ہے چھوڑے دیتا ہوں۔ وہ سُنکر بہت خوش ہوا۔ اور بچہ اُس کے حوالے کر دیا۔

مایا رام نے بچے کو ایک چھوٹے سے صندوق میں بند کر کے دریا میں لے جا کر بہا دیا۔ صندوق بہتے بہتے ایک دھرم شالہ کے نزدیک جا لگا۔ اُسی جگہ دو چار پوجاری نہا رہے تھے اُن میں سے ایک نے جا کر صندوق اُٹھایا کھولنے پر ایک لڑکا دکھائی دیا۔ اُسے بڑی احتیاط سے دھرم سالہ کو لے گئے اور اُس کا نام خوشحال چند رکھا۔ جوں توں کر کے لڑکا بڑا ہو گیا۔ گانے بجانے کا شوقین تھا۔ آواز بھی خُدا نے بڑی سُریلی دی تھی کہ جس وقت گانے لگتا راہ گیر گانا سُننے کھڑے ہو جاتے۔ جب تک وہ ختم نہ ہوتا وہاں سے نہ ہٹتے۔ ایک دن مایا رام بھی اُدھر سے جا رہا تھا۔ لڑکا اُس وقت بانسری بجا رہا تھا۔ مایا رام اُسکی سُریلی آواز سُن کر دھرم سالہ کے اندر آیا۔ بانسری سُننے ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔

لڑکے نے بانسری اس جوش سے بجائی کہ اُسے مست بنا دیا۔ جب خوشحال چند بجا چکا تو مایا رام نے اُس لڑکے کو مانگا۔ پجاریوں نے کہا ہم کو یہ لڑکا یوں ہی پانی میں مل گیا۔ ایک صندوق میں بند تھا۔ ہم نے اُسے نکال کر پالا پوسا، اور بڑا کیا۔ اور اُس کا نام خوشحال چند رکھا۔ ہم اس کو نہیں دے سکتے۔ مایا رام سُنکر حیران ہوا۔ اور سمجھ گیا کہ یہ وہی لڑکا ہے جس کو میں مار ڈالنا چاہتا تھا۔ جو کچھ سادھوؤں نے کہا وہ سب اب پورا ہوتا آرہا ہے۔

یہ سوچ کر مایا رام نے دھرم شالہ والوں سے کہا اچھا اگر آپ کو ہمیشہ کے لئے اس کی جدائی منظور نہیں تو چند دن کے لئے ہی مجھے دیدو۔ میں تمہارے خرچ کے لئے ایک ہزار اشرفیوں کی تھیلی دیتا ہوں اسے آپ رکھ لو۔ پجاریوں نے اقرار کیا کہ دو مہینے خوشحال چند کو اپنے پاس رکھ لیجئے۔ دو مہینے کے بعد ہم کو واپس دیدینا۔ یہ کہہ کر ایک ہزار اشرفیاں دیکر خوشحال چند کو لے آیا۔

مایا رام کو اس سے زیادہ اور کیا چاہئے تھا خوشحال چند سے کہا میں تو ایک ضروری کام پر جاتا ہوں اور کچھ دن میں پھر لوٹ آؤں گا میرے آدمی کے ساتھ میرے مکان جاؤ۔ میں ایک خط اپنی بیوی کے نام لکھ کر تمہیں دیتا ہوں، یہ خط اُس کو دینا وہ تمہاری بہت خاطر اور دیکھ بھال کریگی۔

یہ کہہ کر مایا رام نے ایک خط اپنی بیوی کے نام چھپا کر لکھا اور اس میں لکھا کہ۔ جو لڑکا یہ خط تجھے دیگا اُسے کھانے میں زہر دیکر مار دے۔ زندہ مت چھوڑنا۔ خط کو بند کر کے خوشحال چند کو دیدیا۔ وہ خوشی خوشی خط لیکر روانہ ہو گیا۔ مگر راستے میں اُسے تین سادھو ملے جو مایا رام کے مکان میں رہتے تھے۔ ایک سادھو نے آواز دی کہ او خوشحال چند اے او خوشحال چند! ذرا اپنا گھوڑا روک۔ ہمیں تجھ سے کچھ کہنا ہے۔ خوشحال حیران ہوا کہ اِن لوگوں کو میرا نام کیسے

معلوم ہوا۔ یہ سوچ کر اپنا گھوڑا روکا اور کہا فرمائیے جناب کیا فرماتا ہے۔ یہ سُنکر سادھو نے کہا تیری جیب میں ایک خط ہے اُسے ہم دیکھنا چاہتے ہیں، دیکھ کر واپس کر دینگے۔

یہ سُنکر خوشحال چند نے جیب سے خط نکال کر دیدیا سادھو نے خدا کا نام لیکر خط پر تین دفعہ پھونکا۔ پھر خوشحال چند کو دیدیا۔ لو بیٹا اب اسے لیجاؤ۔ کچھ ڈر نہیں۔

یہ کہہ کر سادھو غائب ہو گئے اور خوشحال چند خط لیکر مایا رام کے گھر پہنچا۔ نوکر نے گھر میں لیجا کر بیوی سے ملایا۔ خوشحال چند نے ادب سے سلام کیا اور خط اُس کے ہاتھ میں دیدیا۔

بیوی نے خط کھول کر پڑھا تو اس میں لکھا ہوا تھا کہ یہ شخص جو میرا خط لا رہا ہے ایک بڑے خاندان کا لڑکا ہے اس کا اپنی لڑکی سے بیاہ کر دو۔ میرے آنے کا انتظار مت کرو۔ اگر تم ایسا نہ کرو گی تو میں تمہارا مُنہ کبھی نہیں دیکھونگا

خاوند کے کہنے پر بیوی نے اُسی دن سے شادی کی تیاری کر دی۔ اور دوسرے دن شادی کر دی۔

ایک ہفتہ کے بعد مایا رام اپنے گھر واپس آیا۔ اُسے پورا یقین ہو گیا کہ خوشحال چند کو مار دیا گیا ہو گا۔ جب گھر میں گیا تو خوشحال چند اپنی ساس سے بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔ یہ ماجرا دیکھکر غصّے میں آیا۔ بیوی سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ بیوی نے سب حال سنایا اور دستخطی خط بھی اُسے دکھا دیا۔ مایا رام نے خط پڑھا جو کچھ بیوی نے کہا تھا وہی اُس میں بھی لکھا ہوا تھا۔ حیران ہوا۔ مگر اب پچھتانے سے کیا ہوت جب چڑیا چگ گئیں کھیت۔

چند سال بعد مایا رام مرگیا۔ خوشحال چند اس کے مال و دولت کا مالک بن گیا۔ سادھوؤں کا کہنا آخر سچ نکلا

جنگ کے ڈھنگ

جنگی جہازوں کی قسمیں

بلحاظ قد و قامت جنگی جہازوں کی حسب ذیل قسمیں ہیں۔ جنگی جہاز۔ جنگی کروزر۔ تباہ کن اور آبدوز

جنگی جہاز۔ سب سے بڑا اور مضبوط قسم کا جہاز ہوتا ہے۔ اُسے بہت بڑی بڑی توپوں سے مسلح کیا جاتا ہے۔ جنگی جہاز کا مقابلہ وہی جہاز کر سکتا ہے جو اسی کی طرح طاقتور اور اتنا ہی مسلح ہو۔ ان بڑے جہازوں پر عام طور سے ۱۴۔۱۶ انچی دہانہ کی توپیں ہوتی ہیں۔ دشمن کی گولہ باری سے بچانے کے لئے لوہے کی موٹی چادروں سے ڈھک دیا جاتا ہے۔ اُن کی رفتار عام طور سے ۲۵ میل کے قریب ہوتی ہے۔

جنگی کروزر۔ بھی جنگی جہازوں کی طرح طاقتور ہوتا ہے۔ البتہ اُسے لوہے کی چادروں سے محفوظ نہیں کیا جاتا مگر اُس کی رفتار جنگی جہاز سے زیادہ ہوتی ہے۔ جب دو بحری بیڑوں کا آمنا سامنا ہوتا ہے تو جنگی کروزر کا خاص کام اپنے سے چھوٹے جہازوں کو تباہ کر کے اور دشمن کے بیڑہ کی طاقت کا اندازہ لگا کر اپنے کپتان اعلیٰ کو صورت

حال سے مطلع کرتا ہوتا ہے۔

طیارہ بردار جہاز۔ ایک قسم کا جہاز ہوتا ہے جس کے اُوپر کا تختہ بالکل ہموار ہوتا ہے۔ اس تختہ پر ہوائی جہاز اتر بھی سکتا ہے اور وہاں سے اُڑ بھی سکتا ہے۔ گو اتنی آسانی کے ساتھ نہیں جتنی کہ زمین سے۔ طیارہ بردار جہاز کو دشمن کی گولہ باری سے ہر وقت خطرہ رہ سکتا ہے۔ اس لئے کہ نہ تو اس میں لوہے کی چادریں لگائی جاتی ہیں نہ اُسے اچھی طرح سے مسلح کیا جاتا ہے۔ رفتار اس کی ضرور زیادہ ہوتی ہے اور طیارہ شکن توپیں بھی ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ خود اس کے ہوائی جہاز اس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔

کروزر۔ ہلکے قسم کے لڑنے والے جہاز ہوتے ہیں واشنگٹن سمجھوتہ سے ان پر ۸ انچ کے دہانوں سے زیادہ بڑی توپیں نہیں لگائی جاسکتی ہیں اور نہ ان کا وزن دس ہزار ٹن سے زیادہ ہوسکتا ہے۔ برطانیہ نے کئی قسم کے کروزر تیار کئے ہیں۔ یہ کروزر سمندری جنگ میں بھی حصّہ لیتے ہیں اور تجارتی جہازوں کی بھی حفاظت کرتے ہیں۔ یہ تین برطانوی کروزر ہی تھے۔ جنھوں نے جرمنی کے مشہور جنگی جہاز "گراف اسپے" کو بُری طرح شکست دی تھی۔

تباہ کن جہاز۔ کروزر سے بھی ہلکا ہوتا ہے۔ عام طور سے ان جہازوں کا وزن تقریباً ۱۳۰۰ ٹن ہوتا ہے اور رفتار ۴۰۔ ۴۵ میل فی گھنٹہ ہوتی ہے۔ یہ جہاز خاص طور سے آبدوزوں کو تباہ کرنے کے لئے تیار کئے جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے ان کی رفتار بھی بہت تیز ہوتی ہے۔ اگر آبدوز دور سے دکھائی پڑتی ہے تو تباہ کن اُس کا تعاقب کرتا ہے اور اپنے گولوں سے اُسے تباہ کر دیتا ہے۔ تباہ کن جہازوں میں آٹھ دس تارپیڈو بھی ہوتے ہیں۔ جب وہ بحری بیڑہ کے ساتھ ہوتے ہیں تو سب جہازوں کے آگے چلتے ہیں۔ اور دشمن کے جہازوں کو تارپیڈو (یعنی آبی بم کا گولہ) مارتے رہتے ہیں۔ اکثر یہ جہاز دھوئیں کے بادل بھی بناتے ہیں تاکہ اُن کے پیچھے جو بیڑہ ہوتا ہے وہ اندھیرے میں دشمن کو نہ دکھائی پڑے۔

آبدوز کشتی کا ذکر اخبار میں اکثر آتا رہتا ہے۔ اُس کی شکل سگار کی طرح ہوتی ہے۔ آبدوز سطح زمین پر بھی چل سکتی ہے اور سمندر کے نیچے بھی۔ اس میں دو انجن ہوتے ہیں۔ ایک انجن تو اُس وقت چلتا ہے جب آبدوز سطح سمندر کے نیچے ہو۔ آبدوز میں ایک اونچی سی نلکی بھی ہوتی ہے جس کے سرے پر ایک قسم کا شیشہ لگا رہتا ہے جب آبدوز سمندر کے نیچے ہوتی ہے تو وہ نلکی اور شیشہ سمندر کی سطح کے اوپر رہتا ہے اور جو جہاز دور سے آتا ہوتا ہے اس شیشے کا عکس ایک اور شیشہ پر پڑتا ہے جو آبدوز کے اندر ہوتا ہے۔ اس طرح سے آبدوز کے اندر بیٹھنے والے کو آنیوالے جہاز کا حال معلوم ہوجاتا ہے۔ آبدوز کے اندر تارپیڈو رکھنے کا ایک خانہ ہوتا ہے جب جہاز آبدوز کے قریب آتا ہے تو پانی کے نیچے ہی سے تارپیڈو اس کی طرف پھینکا جاتا ہے اور جب تارپیڈو

جہاز سے ٹکراتا ہے تو جہاز ٹوٹ کر سمندر میں غرق ہو جاتا ہے۔

ایک بچّہ کی دُعا

(از شیخ غلام حسین ۔ اسلامیہ ہائی اسکول ملتان پنجاب)

اے خدا! ہمیں نیک بنا اور اچھے کاموں کی ترغیب دے۔ ہمیں ایسا شعور عطا کر کہ اپنے کانوں سے ایسی باتیں سُنیں، جو ہمیں نیکی اور بھلائی کا رستہ دکھائیں اور اُس سیدھے راستے سے ہم بھٹکنے نہ پائیں۔ عبرتناک واقعات سے سبق حاصل کر کے تیرے قہر اور عذاب سے ہردم ڈرتے رہیں۔ ہمارے قدم جب بھی اُٹھیں تو نیکی کے کاموں کے لئے آگے بڑھیں۔

اے مالکِ حقیقی! ہمارے ننھے سے دلوں میں ایسا پاک جذبہ پیدا کر دے کہ ہم تیرے احکام کی تکمیل میں اطمینانِ قلب اور دوامی خوشی پائیں۔ ہماری آنکھوں میں وہ روشنائی ڈال کہ نیک وبد کی تمیز کر سکیں۔ ہمارے دل و دماغ کو اس قدر گرما دے کہ اس میں سوائے تیرے کسی اور کا خیال تک نہ سما سکے۔ تیرے ہی آگے سر جھکائیں۔ تجھ سے ہی مدد مانگیں اور تیری بے شمار نعمتوں کے سچے دل سے شکر گذار ہوں۔ ہمیں صحت اور توانائی بخش۔ دولت دے، کہ ہم غریبوں اور مسکینوں کی شکم پروری کر سکیں اور اُن کے دُکھ درد میں برابر کے شریک ہوں۔

یا الٰہی، ہماری دلی دعاؤں کو سُن اور اُن کو شرفِ قبولیت عطا فرما۔ تو ہی سب کچھ دیتا اور سبھی کی سننے والا ہے تیرے ہاں تو امیر غریب اور چھوٹے بڑے کا کوئی فرق نہیں۔

الف لیلہ کے ہیرو

(بادشاہ شہریار اور ملکہ شہرزاد)

اگلے وقتوں کی بات ہے ملک پارس میں ایک بادشاہ تھا شہریار، ایک بار ملکہ سے ایسا خفا ہوا کہ اُسے قتل ہی کرا کے چھوڑا۔ کچھ ایسی ہی بات تھی کہ اُس دن سے اُس کے دل سے عورت ذات کا اعتبار اُٹھ گیا۔ اب وہ روز نئی شادی کرتا اور صبح ہوتے نئی بیوی کو قتل کرا دیتا۔ مدّتوں یہی دستور رہا۔ سینکڑوں لڑکیاں موت کے گھاٹ اُتر گئیں۔ جو بچیں اُن کے ماں باپ اُنھیں لے جلاوطن ہونے لگے۔ ملک بھر میں ایک شور مچ گیا۔

بادشاہ کے وزیر کی دو بیٹیاں تھیں۔ بڑی کا نام تھا شہرزاد اور چھوٹی کا دنیا زاد۔ شہرزاد بہت خوبصورت اور سمجھدار لڑکی تھی ایک دن اپنے باپ سے کہنے لگی: ابّا جان! ایک بات ہے، آپ مانیں تو کہوں وزیر بولا: کہو بی بی، ضرور کہو، آخر ایسی کیا بات ہے جو تم اس طرح مُنہ بنائے ہو! شہرزاد بولی: نہیں، ابّا جان آپ وعدہ کریں تو عرض کروں! وزیر سوچنے لگا، آخر ایسی کیا بات ہوگی، بولا: اچھا کہو، ہم نے تمہاری بات مانی!

شہرزاد کہنے لگی: ابّا جان! آپ میری شادی بادشاہ سلامت سے کرا دیجئے، آپ کا بڑا ہی احسان ہوگا۔

"اُف، یہ کیا"؟ وزیر نے کہا: بیٹی! یہ کیا غضب کیا تم نے، خیر تو ہے، تم کچھ دیوانی تو نہیں ہوئی ہو؟ نہیں بی بی، میں جان بوجھ کر تمہیں بادشاہ سلامت کی بھینٹ تو نہیں چڑھا سکتا"۔ یہ کہہ وزیر بڑے سوچ میں پڑ گیا۔ لیکن شہرزاد نے ایسی ضد کی کہ وزیر مجبور ہوگیا۔ بادشاہ کے حضور میں عرض کی۔ بادشاہ بھی یہ پیام سُنکر دنگ رہ گیا، بولا: تم اس دھوکے میں مت رہنا کہ تمھاری خاطر سے میں اپنے معمول کو چھوڑ دوں گا وزیر نے عرض کی: اعلیٰ حضرت میں تو کچھ عرض نہیں کر سکتا غلام زادی کی ضد اور یہ اُسی کی درخواست ہے۔

آخر شہرزاد کی بادشاہ شہریار سے شادی طے پا گئی رخصتی کے وقت شہرزاد اپنی چھوٹی بہن دنیا زاد کو الگ لے گئی، اُسے سمجھایا بجھایا اور جتایا، پھر باپ کے ساتھ شاہی محل کو چلی۔ نکاح کے بعد باپ سینے پر پتھر رکھ بیٹی خدا کو سونپ گھر واپس آیا۔

بادشاہ شہریار نئی دلہن کے کمرے میں داخل ہوا۔ دلہن بیگم کی صورت شکل بہت ہی بھائی۔ شہرزاد سچ مچ بہت خوبصورت تھی۔ لیکن بادشاہ نے دیکھا اس کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے ہیں، بس روتے ہی کو تو ہے۔ بادشاہ نے پوچھا تو بولی: میری ایک چھوٹی بہن ہے، اُسے میں بہت چاہتی ہوں اور ہم دونوں کبھی جدا نہیں ہوئیں، وہ بھی مجھ پر جان دیتی ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو رات کی رات وہ بھی اسی کمرے میں گذار دے۔ اور صبح ہم ایک دوسری کا آخری دیدار کر سکیں۔ خدا کا کرنا، بادشاہ نے خوشی سے یہ بات مان لی اور اُسی دم دُنیا زاد بھی شاہی محل پہنچ گئی اور اُسی کمرے میں اُس کے آرام کرنے کا انتظام کیا گیا۔

تھوڑی رات گئے دُنیا زاد نے بہن کو پکارا اور کچھ رونے سی لگی، پھر بولی: باجی بیگم! میں تمہارے غم میں بے چین ہوں، بن بن کے لیٹی لیکن پلک سے پلک نہ لگی۔ نیند نہ آنی تھی نہ آئی، تمہیں تو اچھی کہانیاں یاد ہیں اچھی باجی! کوئی کہانی سُناؤ تاکہ میری بھی رات کٹے۔

شہرزاد نے بادشاہ سے اجازت چاہی۔ بادشاہ نے کہا: ہاں ہاں ضرور، ہم بھی سُنیں گے۔ ضرور کوئی کہانی سناؤ۔ اب شہرزاد نے "سوداگر اور جن" کی کہانی سُنانی جو شروع کی تو صبح ہوگئی اور کہانی پوری نہ ہوئی کہانی کہتے کہتے ملکہ شہرزاد ایک دم چپ ہوگئی، بادشاہ بولا: کیوں کیوں، چُپ کیوں ہوگئیں

شہرزاد نے عرض کی: جہاں پناہ! ملاحظہ ہو، پو پھٹ چلی ہے، مشہور ہے "دن میں جو کہانی سُنائی جائے تو مُسافر رستہ بھول جاتے ہیں"۔ بادشاہ کو کہانی بہت پسند آئی، بولا: اچھا تو باقی کل رات کو! شہرزاد آداب بجا لائی، اپنی کامیابی پر دل ہی دل میں خوش تھی۔ اُدھر چھوٹی بہن دُنیا زاد کے دل میں بھی لڈو پھوٹ رہے تھے

کہ باجی بیگم نے، ایسا لگتا ہے بازی جیت لی۔

ملکہ شہرزاد روز اسی طرح کوئی نہ کوئی کہانی سنانی شروع کرتی اور اُس کا سلسلہ کئی کئی رات تک چلا کرتا، یہاں تک کہ اُس کی سنائی ہوئی کہانیوں کا سلسلہ ایک ہزار اور ایک رات تک چلا۔ اس زمانے میں شہرزاد نے بادشاہ کو اپنا کر کے ہی چھوڑا۔ بادشاہ کے دل میں یہ بات بٹھادی کہ سب عورتیں ایک سی نہیں ہوتیں، بُری بُری ہیں اور اچھّی اچھّی۔ بادشاہ نے بھی اپنے پچھلے دستور کو چھوڑ دیا۔

اب بادشاہ اور بادشاہ بیگم یعنی شہریار اور شہرزاد دونوں ہنسی خوشی رہا کرتے۔ دونوں ایک دوسرے پر بھروسا کرتے اور ایک دوسرے سے سچّی محبت۔

کبوتروں کے ذریعہ تازہ کھجوریں

ہوائی جہاز کی ڈاک کہنے کو تو بالکل نئی چیز ہے لیکن ہزار سال پہلے کا واقعہ ہے کہ مصر کے ایک خلیفہ عزیز فاطمی کے دل میں عرب کی تروتازہ شاداب کھجوریں کھانے کا شوق ہوا۔ اس نے وزیر کے سامنے اپنا شوق بیان کیا وزیر جس کا نام یعقوب بن قیس تھا۔ جو اپنی دانائی کے لئے مشہور تھا۔ اس نے عرب سے چھ سو کبوتروں کی اُڑان کا انتظام کر دیا۔ ہر کبوتر کے دونوں پروں میں ایک ایک چھوٹی تھیلی بندھی ہوئی تھی اور تھیلیوں کے اندر تازہ تازہ کھجوریں رکھی ہوئی تھیں۔ اس عجیب وغریب طرح اُس نے چند گھنٹوں میں ہزاروں میل کے فاصلے سے عرب کی کھجوریں مصر پہنچادیں۔

عجیب وغریب صندوق

اسپین کے سلطان عبدالمومن نے قرآنِ پاک رکھنے کے لئے ایک عجیب وغریب صندوق تیار کرایا تھا۔ صندوق میں کنجی ڈالنے سے پٹ کھُل جاتے اور اندر سے ایک خانہ نکل آتا۔ جس میں ایک رحل کی کرسی رکھی ہوتی تھی۔ رحل خود بخود کھُل جاتی اور چوکی باہر نکل آتی تو پٹ خود ہی بند ہوجاتے۔ جب کنجی اُلٹی طرف پھیری جاتی تو خانہ کھُل جاتا اور چوکی اور رحل بند ہوجاتیں۔

صابن

صابن کو ہم لوگ یوروپ کی ایجاد سمجھے ہوئے ہیں لیکن تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ یہ مسلمانوں ہی کا ایجاد کیا ہوا ہے۔ چنانچہ ایک مشہور انگریز تاریخ داں مسٹر ایس پی اسکاٹ لکھتا ہے۔

"یورپ کی پرانی قومیں باوجود اپنی تمام تہذیب و تمدن کے صابن کے نام سے بالکل ناواقف تھیں۔ صابن عرب والوں ہی کی ایجاد ہے"۔

یہی مسٹر اسکاٹ لکھتا ہے کہ ترازو بھی عرب والوں ہی کی ایجاد ہے

"قید"

(از جناب بندھو لال ٹیگور رنگیا)

بار بار ہے آرہی کانوں میں اک پُرغم صدا
ہے کہیں خرگوش کوئی ظالموں کی قید میں
اُف سُنائی دے مجھے وہ دردناک آواز پھر
پر نہیں واقف ہوں آتی ہے کہاں سے یہ ندا

کر رہا ہے التجا وہ کر مدد کے واسطے
ہے کہاں وہ؟ وائے! پر افسوس میں واقف نہیں
چھا رہا ہے ہر طرف اُس کی صدائے درد و غم
اس کو سُن کر ہے بھی جا رہی ساری فضا

ہے جہاں میں لرزہ سا اُس کی غمیں آواز سے
ہائے! کس تکلیف سے ہو گا کسی کی قید میں
کس طرح ہوں گی سُکڑ کر درد سے اس کی بھنویں[1]
کتنی منّت سے برابر کر رہا ہے التجا

آہ! اے خرگوش اے مظلوم ننھے جانور!
ڈھونڈتا ہوں تو نہیں ملتا کہاں ہے اور کدھر

حمد

از عبدالرزاق محمود کردیکر۔ بدنام۔ مدرس اپر ٹوریل

پیارے بچو آؤ!
حمد خدا کی گاؤ
سب کا تو ہے داتا
سب کا تجھ سے ناتا
تارے، پیارا ٹاوڈیا
سب کو تو نے بنایا
کھیتی جو لہراتی
شان ہے تیری کھاتی

باغ میں پھول کھلائے
ہم کو جو ہیں بھائے
امّاں، ابّا پیارے
بھائی بہن ہیں نیارے
جھاڑ زمیں سے اُگائے
جن کے پھل ہم کھائے
سورج، چاند، ستارے
ہیں اک ایک سے نیارے
ہم ننھے ننھے بچے ہیں
حمد کو تیری گاتے ہیں

(جمیل استفنس)

[1] جب خرگوش مصیبت میں ہوتا ہے تو اپنی بھنویں سکوڑتا ہے

کشیدہ کاری

میز پوش کے لئے



حسب پسند رنگوں سے بنائیں

وحید حسن ۔ بجنور

مسکراہٹ

"بیوقوف لڑکا"

ایک روز ایک لڑکے کا جوتہ کھو گیا وہ لغت میں دیکھنے لگا۔ اس کے والد نے دریافت کیا کہ اس میں کیا دیکھتا ہے؟ لڑکے نے کہا میں اپنا جوتہ تلاش کر رہا ہوں۔ والد نے کہا اے بیوقوف کتاب میں جوتہ؟ لڑکے نے کہا۔ کیوں ابّا جان یہ کیا آپ کو جس چیز کی تلاش ہوتی ہے وہ اسی میں مل جاتی ہے کیا میرا جوتہ نہ ملے گا۔

(محمد عبدالسمیع کوندی)

بدمعاش۔ (بھرا ہوا پستول آگے کرتے ہوئے) یہ پستول بیچنا چاہتا ہوں۔ لاؤ جلدی دو سو رُپے دیدو۔

دوکاندار:۔ (جان بچانے کے لئے) رقم دیتے ہوئے۔ لاؤ پستول مجھے دیدو۔

بدمعاش (رقم لیکر) لیکن آپ کے پاس لائسنس نہیں ہے۔ معاف کیجئے۔

ایک مسخرے کے دس روپے گُم ہو گئے۔ اُس نے منّت مانی کہ اگر روپے مل گئے تو ایک روپیہ خدا کے نام پر دوں گا۔ اتفاقاً نو روپے مل گئے اور ایک نہ ملا مسخرہ بولا خُدا بڑا بے اعتبار ہے اُس نے اپنا روپیہ پہلے ہی لے لیا۔

معلومات

ہلڈی سلیم میں گلاب کا ایک درخت ہے جس کی نسبت یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ دنیا کا قدیم ترین پودا ہے جس نے مقامی گرجا گھر کی دیواروں کو ڈھانپ لیا ہے گرجا کے پرانے کاغذات سے جو ایک ہزار سال کے ہیں پایا جاتا ہے کہ اس درخت کی حفاظت و پرورش کے لئے خاص ذرائع و تدابیر اختیار کی گئی ہیں۔

ڈاکٹر موسٹن نے زمین کی عمر کا حساب لگا کر معلوم کیا ہے کہ اب تک زمین کی ۲۔۱ ارب سال کی عمر ہو چکی ہے ہندوؤں کے ہاں بھی اس کا جو حساب ہے اس کی رُو سے اس وقت تک جس قدر جُگ ہو چکے ہیں ان کے اعتبار سے ایک ارب ۷۰ کروڑ ۲۹ لاکھ ۲۹ ہزار ۴۴ سال زمین کی عمر ہو چکی ہے۔

"پیسا" جو اٹلی میں ہے وہاں کا ایک مینار دنیا کے عجائبات میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس مینار کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ پانچ ہزار سال سے ایک طرف کو جھکا ہوا ہے اسکے دیکھنے کے بعد یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ گرنے والا ہے لیکن یہ ہزاروں سال سے اسی طرح قائم ہے مگر حقیقت اس سے مختلف ہے۔ زمانہ کے انقلابات کے ہاتھوں یہ جھک گیا ہے مگر اس کی تعمیر اس قدر پختہ ہے کہ جھکنے کے باوجود بھی یہ قائم ہے۔

(سعید پریس بجنور میں باہتمام محمد مجید حسن پرنٹر و پبلشر چھپ کر شائع ہوا)